OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

وارث کے لیے وصیت سے متعلق نصوص کی تعبیر و تشریح: "فقہ القرآن" میں عمر احمد عثمانی کے منہج کا مطالعہ

Interpretation of the Texts related to the will for the heir: A Study of the Methodology of Umar Ahmad Usmani in *"Fiqh al-Quran"*

Hafiz Muhammad Ashfaq
Doctoral Candidate Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala
Dr. Muhammad Tufail Hashmi
Professor GIFT University Gujranwala

Abstract

The Will has a significant part in Islamic law of succession. A major faction of Islamic jurists believes the Will as preferable. A few jurists consider it as obligation. Most important discussion in the context of Will is whether to bequeath in favor of heir or not. The majority of the jurists think of the will to be abrogated in favour of heir but Umar Ahmad Usmani, apart from populace verdict, presented different view about the issue in his book Fiqh al-Quran. This article consists of a critical analysis of his research work.

Key word: Will, succession, jurist, populace, verdict

تمہید

اسلام اپنے ماننے والوں کی دنیا و آخرت دونوں جہاں کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے۔ ان کی دنیا بھی سنوارتا ہے اور آخرت کی دائمی زندگی بہتر بنانے کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں بارہا اس چیز پر ابھارا گیا کہ اپنی آنے والی دائمی زندگی کے لیے جمع کرو۔ ایک جگہ یوں سمجھایا کہ انسان کے صرف تین ہی مال ہیں: ایک جو کھا کر ختم کر دیا، دوسرا جو پہن کر پرانا کر دیا اور تیسرا جو صدقہ کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا۔ وصیت کی اجازت دے کر شریعت نے آدمی کی بہت سی جائز خواہشات اور اخروی حاجات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے، کیونکہ وصیت میں بعض اوقات انسان کسی دوست، رشتے دار کے فائدے کا کوئی کام کرتا ہے، جو فی نفسہٖ جائز و مباح ہے اور وصیت میں خصوصاً نیکی کے کاموں کی تاکید کی جاتی ہے، جیسے مسجد، مدرسے، دین یا غریب، یتیم کی خدمت وغیرہ۔

وصیت کی اہمیت

CC BY

وصیت کی اہمیت سے متعلق بخاری شریف میں حدیثِ پاک ہے:"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين إلا ووصيته مكتوبة عنده"[1] رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس کوئی قابلِ وصیت چیز ہو اور وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزار لے۔) ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:"من مات على وصية مات على سبيل وسنة ومات على تقى وشهادة ومات مغفورا له"[2](جو وصیت کرنے کے بعد فوت ہوا، وہ سیدھے راستے اور سنت پر فوت ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی اور اس حالت میں مرا کہ اس کی مغفرت ہو گئی۔) الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:"الوصية مشروعة بالكتاب والسنة -- الوصية غير واجبة وهي مستحبة أي للأجنبي دون الوارث ولا تجوز الوصية للوارث "(وصیت قرآن و سنت کی روشنی میں جائز ہے۔ غیر وارث کے لیے وصیت کرنا واجب نہیں، مستحب ہے۔ وارث کے لیے وصیت درست نہیں) وارث کے لئے وصیت کے متعلق فقہاء کے نظریات مختلف ہیں، قرآن کریم میں آیا ہے کہ اگر کسی شخص کی موت کے وقت ورثا ہوں تو ان کے حق میں "وصیت" کی جائے، جبکہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ، جن "ورثا" کے حصے شریعت نے متعین کر دیے ہیں ان کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے اور قرآن کریم کی ان آیات کو وہ لوگ منسوخ مانتے ہیں، لیکن جدید مفکرین میں سے مولانا عمر احمد عثمانی کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے، وہ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم میں اس وقت کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جو منسوخ ہو۔ مولانا عمر احمد عثمانی کا تعلق ہندستان کے معروف علمی خاندان سے ہے، آپ کے والد گرامی معروف محدث علامہ ظفر احمد عثمانیؒ ہیں[3]، علمی اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتے ہیں بالخصوص جدید فکر کے لوگوں کے درمیان، مولانا عمر احمد عثمانی کئی کتب کے مصنف ہیں، ان میں سے جو سب سے ضخیم کتاب ہے "وہ ہے "فقہ القرآن" جو دس جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب میں آپ نے بہت سارے مسائل پر گفتگو فرمائی ہے، ان میں سے ایک مسئلہ "وارث کے لئے وصیت "کا حکم بھی ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک وارث کے لیے وصیت منسوخ ہے اور اگر کسی نے اپنے کسی وارث کے لیے وصیت کی تو وہ کالعدم شمار ہو گی سوائے اس کے کہ دوسرے ورثاء اس وصیت پر عمل کی اجازت دے دیں۔ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ[4](شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابو امامہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے) اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وارثوں کے ترکہ کے حصے قرآن و سنت سے مقرر ہو چکے ہیں، اس لیے اب کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی نے وارث کے لئے وصیت کی تو شرعی لحاظ سے اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اس حدیث مبارکہ سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ آیات جن سے وصیت کو لازم قرار دیا گیا ہے، ان کا حکم اب ترکہ میں وارث کے حق منسوخ ہے۔ صاحب "عون المعبود شرح ابی داود" اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں: قَالَ الْخَطَّابِيُّ هَذَا إِشَارَةٌ إِلَى آيَةِ الْمَوَارِيثِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ قَبْلَ نُزُولِ الْآيَةِ وَاجِبَةً لِلْأَقْرَبِينَ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إن ترك خيرا الوصية للوالدين والأقربين ثُمَّ نُسِخَتْ بِآيَةِ الْمِيرَاثِ وَإِنَّمَا تَبْطُلُ الْوَصِيَّةُ لِلْوَارِثِ فِي قَوْلِ أَكْثَرِ أَهْلِ

الْعِلْمِ مِنْ أَجْلِ حُقُوقِ سَائِرِ الْوَرَثَةِ فَإِذَا أَجَازُوهَا جَازَتْ كَمَا إِذَا أَجَازُوا الزِّيَادَةَ عَلَى الثُّلُثِ لِلْأَجْنَبِيِّ جَازَ[5] (خطابی نے کہا کہ یہ آیت مواریث کی طرف اشارہ ہے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اقارب کے لیے وصیت واجب تھی اور وہ اللہ کا فرمان ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ [6]، پھر آیت میراث سے اس کو منسوخ کر دیا گیا، اہل علم کی اکثریت کے قول کے مطابق وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثاء کے حقوق کی وجہ سے باطل ہے، جب وہ اجازت دے دیں تو جائز ہے جیسا کہ وہ ثلث سے زائد کی اجازت اجنبی کے حق میں کر دے دیں تو جائز ہے) علامہ خطابی کے حوالہ سے صاحب عون المعبود کی وضاحت سے یہ بات سامنے آرہی ہے کہ آیت میراث کے نازل ہونے سے پہلے اقرباء کے لیے وصیت واجب تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے آیت وصیت کو منسوخ کر دیا اس لیے اب وارث کے حق میں وصیت کرنا درست اور جائز نہیں۔

عمر احمد عثمانی کا مؤقف

1۔ مولانا عمر احمد عثمانی کے مؤقف کے مطابق وارث کے لئے وصیت کرنا فرض ہے وصیت کے وقت دو معتبر گواہوں کا ہونا ضروری ہے، سفر کے دوران اگر مسلم گواہ میسر نہ ہوں تو دو غیر مسلموں کو گواہ بنانا فرض ہے اور ان پر شک کی صورت میں مسجد میں ان سے قسم لی جائے اور ان کی خیانت ثابت ہونے کی صورت میں میت کے گھر والے قسم کھائیں۔[7]

2۔ وصیت میں تبدیلی نہ کی جائے اور اگر وصیت خلاف شرع ہو تو اس کی اصلاح کروائی جائے۔

3۔ بیٹے کے حق میں وصیت نہ کرنا خود ساختہ اسلامی قانون ہے اور یہ کہنا درست نہیں کہ غیر ورثاء کے لیے 1/3 حصے کی وصیت کی جا سکتی ہے اور ورثاء کے حق میں یہ منسوخ ہے۔

4۔ قرآن حکیم میں اس وقت کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

5۔ حدیث "لاوصية لوارث" کا مطلب یہ نہیں کہ مستحق وراثت کے لیے وصیت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بطور وارث مال لے اس کے لیے وصیت نہیں یعنی یا تو وصیت کے ذریعہ مال لے گا یا پھر وراثت سے، دونوں کو جمع کرنا درست نہیں۔

6۔ آدمی اپنے مال میں، اپنی زندگی میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ وصیت بھی انسان اپنی زندگی میں اپنی صحت کے زمانہ میں کرتا ہے، اس کو اپنی مملوکہ جائیداد میں اپنی زندگی میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہے اس لیے اصولی طور پر اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی (کہ وہ وارث کے لیے وصیت نہیں کر سکتا)۔

سب سے پہلی بات کہ وصیت فرض ہے وصیت کے وقت دو معتبر گواہوں کا ہونا ضروری ہے، سفر کے دوران اگر مسلم گواہ میسر نہ ہوں تو دو غیر مسلموں کو گواہ بنانا فرض ہے اور ان پر شک کی صورت میں مسجد میں ان سے قسم لی جائے اور ان کی خیانت ثابت ہونے کی صورت میں میت کے گھر والے قسم کھائیں۔ قرآن حکیم میں ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ [8] (تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ حق ہے متقی لوگوں پر)

عمر احمد عثمانی کا استدلال

موصوف اس آیت مبارکہ سے اس طرح استدلال فرماتے ہیں کہ، معلوم ہوتا ہے کہ اقرباء کے لیے وصیت کرنا فرض ہے لفظ "کتب" سے یہی بات ثابت ہو رہی ہے اور "حقا" سے مزید تاکیدی انداز میں اس فرض کی طرف اشارہ ہے۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّھُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا [9] (تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں تاکیداً حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ (چھوڑا ہوا مال) اس کا ہے۔ اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو تو والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصہ کی حق دار ہو گی۔ یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے، جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کر دیا جائے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور حکمت والا ہے)

عمر احمد عثمانی کا استدلال

موصوف اس آیت مبارکہ سے استدلال فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ورثاء کے حصوں کا بیان ہے اور ترکے کی تقسیم سے پہلے اس بات کا حکم ہے، یہ تقسیم وصیت کے بعد ہو گی اور وصیت میں اس چیز کی قید نہیں ہے کہ وہ وارث کے لیے ہو یا غیر وارث کے لیے۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ [10] (اور تمہاری بیویوں نے جو چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکے کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے، جب کہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہو گا، وصیت پوری کرنے کے بعد اور قرض جو تم نے چھوڑا ہو ادا کرنے کے بعد۔ اگر میت کلالہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے، جبکہ وصیت پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے (شرط یہ ہے کہ) وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بردبار ہے) اس آیت میں بھی مختلف لوگوں کے حصوں کا ذکر ہے لیکن یہ حصے وصیت کے نفاذ کے بعد ہوں گے اور وصیت میں اس چیز کی قید نہیں کہ وہ وارث لیے نہیں بلکہ

غیر وارث کے لیے ہے۔ بہر حال ان آیات مبارکہ کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وصیت فرض ہے اور اس میں وارث یا غیر وارث کی قید نہیں ہے۔ وصیت کے وقت دو معتبر گواہوں کا ہونا ضروری ہے: عمر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ سفر کے دوران اگر مسلم گواہ میسر نہ ہوں تو دو غیر مسلموں کو گواہ بنانا فرض ہے اور ان پر شک کی صورت میں مسجد میں ان سے قسم لی جائے اور ان کی خیانت ثابت ہونے کی صورت میں میت کے گھر والے قسم کھائیں۔ قرآن حکیم میں ہے: يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙاللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ، فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓي اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ڮ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ [11](اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کی شرط یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو معتبر آدمی گواہ بنائے جائیں، یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیر مسلموں میں ہی سے دو گواہ لے لیے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لیا جائے اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی بھی ذاتی فائدہ کے لیے گواہی کو بدلنے والے نہیں ہیں، اور چاہے کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ہم اللہ کی گواہی چھپانے والے ہیں، اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گار ہوں گے۔ لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں سچ بات کو دبا گئے ہیں تو پھر ان کی جگہ دو اور گواہ میت کے قریب ترین لوگوں میں سے مقرر کئے جائیں جن کی حق تلفی ہوئی ہے، اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے، اگر ہم ایسا کریں تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔)

عمر احمد عثمانی کا استدلال

موصوف اس آیت مبارکہ سے اس طرح استدلال فرماتے ہیں کہ، ثابت ہو رہا ہے کہ وصیت کے وقت دو معتبر گواہوں کا ہونا ضروری ہے، سفر کے دوران اگر مسلم گواہ میسر نہ ہوں تو دو غیر مسلموں کو گواہ بنانا فرض ہے اور ان پر شک کی صورت میں مسجد میں ان سے قسم لی جائے اور ان کی خیانت ثابت ہونے کی صورت میں میت کے گھر والے قسم کھائیں۔ اس کے علاوہ آپ لکھتے ہیں کہ وصیت کے باب میں اصل حکم والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرنا ہے۔ یہ بات درست نہیں کہ وصیت کو تو منسوخ مانا جائے اور اس کے تضمنات اور تفصیلات یعنی گواہ بنانا، قسم کھانا، وصیت کو تبدیل نہ کرنا اور دوران سفر اگر معتبر گواہ میسر نہ ہوں تو غیر مسلموں کو گواہ بنانا وغیرہ باقی ہوں۔ عمر احمد عثمانی کے نزدیک وصیت میں وارث و غیر وارث کی قید نہ ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مال میں اپنی زندگی میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ وصیت بھی انسان اپنی زندگی اور صحت کے زمانہ میں کرتا ہے، اس کو اپنی مملوکہ جائیداد میں اپنی زندگی میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہے اس لیے اصولی طور پر اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔ عثمانی صاحب کے نزدیک وارث کے لیے وصیت کا ایک معاشرتی پہلو بھی ہے کہ بسا اوقات حالات و واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ وارث کے لیے وصیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے وارثین کے مقابلہ میں موصی لہ کا خیال انتہائی ضروری ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ وصیت میں تبدیلی نہ کی جائے اور اگر وصیت خلاف شرع ہو تو اس کی اصلاح کروائی جائے، قرآن حکیم میں ہے: فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَي الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ، فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًـا فَاَصْلَحَ بَيْنَھُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[12](پھر جنہوں نے وصیت سنی اور اسے بدل ڈالا تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہو گا۔ اللہ تعالی سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے، البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے (نادانستہ یا قصداً) حق تلفی کی ہے اور پھر معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اصلاح کرائے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)

عمر احمد عثمانی کا استدلال

عمر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کو تبدیل نہ کیا جائے اور اگر یہ خلاف شرع ہو تو متعلقہ لوگوں کے درمیان اس کی اصلاح کر دی جائے۔ عمر احمد عثمانی کے مؤقف کی تیسری اور چوتھی بات کہ بیٹے کے حق میں وصیت نہ کرنا خود ساختہ اسلامی قانون ہے اور یہ کہنا درست نہیں کہ غیر ورثاء کے لیے 3 / 1 حصے کی وصیت کی جا سکتی ہے اور ورثاء کے حق میں یہ منسوخ ہے۔ آپ کے نزدیک قرآن حکیم میں اس وقت کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ یہاں آپ کے مؤقف کے دو پہلو ہو جاتے ہیں؛ ایک یہ کہ آیت وصیت، آیت میراث سے منسوخ نہیں بلکہ دونوں آیتیں محکم ہیں اور امام شافعی کے مذہب کے مطابق بھی یہی ہے، باقی رہی حدیث: لا وصية لوارث [13] تو آپ اس کی متعدد توجیہات کرتے ہیں: الف: امام شافعی کے مذہب کے مطابق سنن سے آیات قرآنیہ کو منسوخ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ب: فقہ حنفی کے مزاج کو مد نظر رکھا جائے تو پھر بھی اس حدیث کے ذریعہ آیت وصیت کو منسوخ ٹھہرانا درست نہیں اس لیے کہ احناف قرآن کی حاکمیت کے قائل ہیں اور ہر دلیل کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں (یعنی سنت درجہ کے اعتبار سے قرآن حکیم سے مؤخر ہے اس لیے فقہ حنفی کے مزاج کے مطابق حدیث سے قرآن کا نسخ درست نہیں)۔ ج: سنت سے اگر قرآن حکیم کا نسخ جائز تھا تو وہ صرف آپ ﷺ کی زندگی تک محدود تھا، آپ ﷺ کے بعد کسی حدیث کو بنیاد بنا کر قرآن حکیم کی کسی آیت کو منسوخ قرار دینا درست نہیں۔ د: مذکورہ بالا حدیث منقطع و مرسل ہے، درجہ اولی کی کتب حدیث میں نہیں بلکہ تیسرے درجہ کی کتب حدیث میں، مرسل و منقطع اگر مسند کے مقابلہ میں ہو تو مسند کو مقدم کیا جاتا ہے لیکن (وصیت کے باب میں تو) قرآن کو مقدم نہیں کیا جاتا۔

نقد و تجزیہ

1۔ کیا وصیت فرض ہے؟

عمر احمد عثمانی کے مؤقف کا یہ پہلو کہ وصیت فرض ہے، کا ہم ذیل میں نقد و تجزیہ پیش کرنے جا رہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَۨا ښ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ [14] (تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ حق ہے متقی لوگوں پر)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں: يعني بقوله تعالى ذكره:"كُتب عليكم"، فُرض عليكم۔۔۔ فرض عليكم هذا وأوجبه، وجعله حقًّا واجبًا على من اتقى الله فأطاعه أن يعمل به[15](اللہ تعالی کے فرمان "کتب علیکم" کا معنی ہے تم فرض کیا گیا۔۔۔ تم پر (مال چھوڑنے کی صورت میں والدین اور اقرباء کے

لیے) اس (وصیت) کو فرض کیا گیا اور (اللہ) نے اس کو واجب قرار دیا اور اس کو واجب حق بنایا اس پر جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اس پر عمل کرنے میں اس کی اطاعت کرتا ہے)

امام ابن جریرؒ کی اس عبارت سے واضح اور ثابت ہو رہا ہے کہ والدین اور اقرباء جو وارث نہیں بن رہے، ان کے حق میں وصیت کرنا فرض ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے مزید لکھا ہے کہ یہ اسی طرح فرض ہے جس طرح روزہ اور اس کو ترک کرنے والا اللہ کے فرض اور کسی کے حق کو ضائع کرنے والا ہے[16] امام ابن جریرؒ کے نزدیک یہ آیت، آیت میراث سے منسوخ بھی نہیں، آپ لکھتے ہیں: .فإن قال: فإنك قد علمت أن جماعة من أهل العلم قالوا: الوصيةُ للوالدين والأقربين منسوخةٌ بآية الميراث؟ قيل له: وخالفهم جماعةٌ غيرهم فقالوا: هي محكمةٌ غيرُ منسوخة. وإذا كان في نسخ ذلك تنازع بين أهل العلم، لم يكن لنا القضاءُ عليه بأنه منسوخٌ إلا بحجة يجب التسليم لها، إذ كان غير مستحيل اجتماعُ حكمُ هذه الآية وحكمُ آية المواريث في حال واحدةٍ على صحة، بغير مدافعةِ حكم إحداهما حُكمَ الأخرى - وكان الناسخ والمنسوخ هما المعنيان اللذان لا يجوز اجتماع حكمهما على صحة في حالة واحدة، لنفي أحدهما صَاحبه وبما قلنا في ذلك قال جماعة من المتقدمين والمتأخرين[17]

(اگر کوئی کہنے والا کہے کہ والدین اور اقرباء کے لیے وصیت آیت میراث سے منسوخ ہے اور اہل علم کی ایک جماعت اس کی قائل ہے تو اسے کہا جائے کہ ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے اور یہ کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں اور جب اس کے نسخ میں اہل علم کے درمیان تنازع ہے تو ہم قابل تسلیم حجت کے بغیر اس پر منسوخ ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے کیونکہ اس آیت اور آیت میراث کا صحت کے ساتھ ایک حال میں، دوسرے کے حکم میں مدافعت کے بغیر جمع ہونا محال نہیں جبکہ ناسخ و منسوخ وہ دو ایسے معانی ہیں جن کے حکم کا صحت کے ساتھ ایک حال میں دوسرے کی نفی کرتے ہوئے اجتماع جائز نہیں ہے اور جو ہم نے اس سلسلہ میں کہا ہے، متقدمین اور متاخرین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے) امام ابن جریر کی عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں: الف: والدین اور اقرباء کے لیے وصیت کرنا فرض ہے۔ ب: اگر کوئی اس وصیت کو ترک کرتا ہے تو وہ اللہ کے فرض اور حق دار کے حق کو ضائع کرتا ہے۔ ج: یہ آیت، آیت میراث سے منسوخ نہیں کیونکہ ان دونوں پر ایک وقت میں عمل کرنا محال نہیں جبکہ ناسخ و منسوخ کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ د۔ اہل علم کی ایک جماعت جہاں اس آیت کے منسوخ ہونے کی قائل ہے وہاں متقدمین اور متاخرین اہل علم کی ایک جماعت اس آیت کے محکم اور غیر منسوخ ہونے کی بھی قائل ہے۔ ر۔ کوئی قابل تسلیم حجت سامنے نہیں آئی جس کی بنا پر ہم اس آیت کو منسوخ قرار دے سکیں۔

بہر حال ما قبل تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ والدین اور اقرباء کے حق میں وصیت کرنا فرض ہے، اسے ترک کرنا اللہ کے فرض اور حق دار کے حق کو ضائع کرنا ہے اور آیت وصیت آیت میراث سے منسوخ بھی نہیں کیونکہ ان دونوں کا جمع ہونا محال نہیں جبکہ ناسخ و منسوخ کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کوئی قابل تسلیم حجت سامنے نہیں آ سکی جس کی بنا پر آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا جائے۔ اس مؤقف کو متقدمین اور متاخرین اہل علم کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔ ما قبل تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عمر احمد عثمانی کی بات اس حد تک ٹھیک اور درست ہے کہ وصیت فرض ہے۔ آیت وصیت، آیت میراث سے منسوخ نہیں اور یہ دونوں آیتیں جمع ہو سکتی ہیں۔

2۔ کیا بیٹے یا وارث کے حق میں وصیت ہو سکتی ہے؟

عمر احمد عثمانی کا یہ کہنا کہ بیٹے کے حق میں وصیت نہ کرنا خود ساختہ اسلامی قانون ہے اور یہ کہنا درست نہیں کہ غیر ورثاء کے لیے 1/3 حصے کی وصیت کی جاسکتی ہے اور ورثاء کے حق میں یہ منسوخ ہے۔ مزید یہ کہ سورۃ النسآء کی آیت نمبر 11 اور 12 میں ورثاء کے حصوں کا بیان ہے اور ترکے کی تقسیم سے پہلے اس بات کا حکم ہے کہ یہ تقسیم وصیت کے بعد ہو گی اور وصیت میں اس چیز کی قید نہیں ہے کہ وہ وارث کے لیے ہو یا غیر وارث کے لیے۔ آپ کے یہ الفاظ کہ بیٹے کے حق میں وصیت نہ کرنا خود ساختہ اسلامی قانون ہے، انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور غیر تحقیقی رویہ ہے، حدیث مبارکہ میں ہے: عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ[18] (شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ میں ابا امامہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں) اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ وارث کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی۔ باقی رہا وصیت کا فرض اور غیر منسوخ ہونا تو اس کا اطلاق صرف غیر وارث یعنی والدین اور اقرباء پر ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ وصیت کے باب میں تقسیم ترکہ سے پہلے وصیت پر عمل مطلق نہیں بلکہ اس میں یہ قید ملحوظ ہے کہ وصیت وارث کے لیے نہ ہو۔ بہر حال یہاں تین باتیں ثابت ہو رہی ہیں: الف: وارث کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی۔ ب: وصیت کے فرض اور غیر منسوخ ہونے کا اطلاق صرف غیر وارث یعنی والدین و اقرباء ہیں۔ ج: وصیت کے باب میں تقسیم ترکہ سے پہلے وصیت پر عمل مطلق نہیں بلکہ مقید ہے کہ وہ وارث کے لیے نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا روایت خبر واحد ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ: الف: وصیت میں غیر وارث کی قید ہونے میں اصل اور دلیل و حجت آیت وصیت ہے اور سورۃ النساء کی آیت نمبر 11 اور 12 میں تقسیم ترکہ سے پہلے وصیت پر عمل میں اسی آیت کی بنیاد پر غیر وارث کی قید ملحوظ ہے۔ ب: فقہاء کی اکثریت اس بات پر ہے کہ خبر واحد کے ذریعے قرآن حکیم کے مطلق کو مقید کیا جاسکتا ہے۔

کیا قرآن حکیم میں اس وقت کوئی منسوخ آیت موجود نہیں؟

عمر احمد عثمانی کا یہ مؤقف ہے کہ قرآن حکیم میں اس وقت کوئی منسوخ آیت موجود نہیں، یہ راجح نہیں ہے اگرچہ یہ سعی قابل قدر ہے کہ شرعی مزاج کے پیش نظر منسوخ آیات کی کوئی نہ کوئی توجیہ کر دی جائے جیسا کہ ابن العربیؒ، علامہ سیوطیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور مولانا حسین علی واں بچھرویؒ نے یہ کوشش کی ہے کہ ابن العربیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے تقریبا 21 آیات کو منسوخ قرار دیا ہے، شاہ ولی اللہؒ نے 16 کی توجیہ کر کے 5 کو منسوخ قرار دیا جبکہ مولانا حسین علی واں بچھرویؒ نے ان 5 آیات کی بھی توجیہ کر دی ہے اور ان کے نزدیک اب قرآن حکیم میں کوئی آیت منسوخ نہیں بلکہ تمام آیات کی توجیہ کر دی گئی ہے۔ جمہور کے ہاں اس بات میں تو اختلاف موجود ہے کہ نسخ قرآن صرف قرآن سے ہی ہو گا یا حدیث سے بھی لیکن اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں منسوخ آیات موجود ہیں اور فقہاء کے ہاں بڑی تفصیل سے نسخ اور اس کی اقسام ملتی ہیں۔ ذیل میں ہم مذاہب اربعہ سے اس کی کچھ تفصیل لا رہے ہیں: احنافؒ کے نزدیک حدیث قرآن کے لیے بیان ہے اور بیان کی ایک صورت بیان تبدیل ہے، جس کو "نسخ" بھی کہتے ہیں[19] یعنی ایک حکم کے ذریعہ سابقہ حکم پر عمل کو ختم کر دیا جائے[20]، نسخ ہمارے اعتبار سے ہے لیکن اللہ کی طرف نسبت کے اعتبار سے یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ کے علم میں یہ بات تھی اتنی مدت کے لیے یہ حکم موزوں ہے، اس کے

بعد دوسرا حکم اس کی جگہ قابل عمل ہو گا، مختصر یہ کہ اللہ کی طرف سے یہ بیان جبکہ انسانوں کے لیے نسخ ہے مزید یہ کہ احناف کے نزدیک کتاب اللہ کا نسخ، سنت رسول ﷺ سے بھی جائز ہے۔ مالکیہ کے ہاں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے اخذ و اکتساب کی ایک اہم صورت ان کا خاص تصور "نسخ" ہے۔ ان کے نزدیک ناسخ حقیقی صرف اللہ کی ہی ذات ہے [21] اور کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے [22]، سنت متواترہ سے اور سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز ہے [23]، ان کے نزدیک کتاب اللہ کی نص پر زیادتی نسخ نہیں جب تک کہ وہ زیادتی نص کے مفہوم کو مکمل طور پر بدل دے یا پھر نص میں موجود شرط کو ختم کر دے [24]، ان کے ہاں نسخ کی پہچان مرفوع نص سے یا اس کی ضد و نقیض کے ثبوت، یا نص کے ذریعے کسی کی تاخیر، حکم اخیر کی روایت سے پہلے اول حکم کے راوی کی موت سے اور اسی طرح دو متواتر خبروں میں سے صحابیؓ کا قول معتبر ہے کہ ان میں سے کون مقبول ہے۔ [25] امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن و سنت سے اخذ و اکتساب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرآن کا نسخ صرف کتاب سے ہی ہو گا اور سنت کا نسخ سنت سے البتہ ثبوت نسخ سنت سے ہی ہو گا۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ [26] (اور جب لوگوں کو ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جن کو ہماری پیشی میں حاضر ہونے کا خوف نہیں ہے اے پیغمبر آپ سے یوں کہتے ہیں کہ یا تو اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آیا اس میں ہی ترمیم کر دے آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہ حق نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اس قرآن میں کوئی ردوبدل کر سکوں میں تو صرف اسی حکم کا اتباع کرتا ہوں جو میری جانب وحی کیا جاتا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں) س آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں نسخ اور تبدیلی پیغمبر خدا ﷺ کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ اختیار خود قرآن کے نازل کرنے والے کے پاس ہے، اس آیت سے متعلق وضاحت میں امام شافعیؒ لکھتے ہیں: إنما نسخ ما نسخ من الكتاب بالكتاب، وأن السنةَ لا ناسخةٌ للكتاب، وإنما هي تَبَع للكتاب، يُمَثِّلُ ما نَزل نصاً، ومفسِّرةٌ معنى ما أنزل الله منه جُمَلا۔۔۔ وفي قوله۔۔۔بيانُ ما وصفتُ، مِن أنه لا يَنْسخ كتابَ الله إلا كتابُه [27] (کتاب اللہ کا نسخ صرف کتاب ہی سے ہو سکتا ہے اور سنت کتاب اللہ کے لیے ناسخ نہیں بن سکتی اور وہ تو کتاب اللہ کے تابع ہی ہے، (سنت کتاب اللہ میں) منصوص نازل شدہ کے لیے مثال پیش کرتی ہے اور مجمل نازل شدہ کی تفسیر کرتی ہے۔۔۔ اور اللہ کے فرمان میں ہے۔۔۔ یہ بیان ہے جو میں نے ذکر کیا کہ کتاب اللہ کو صرف کتاب اللہ ہی منسوخ کر سکتی ہے) کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہی ممکن ہے اور اس نسخ کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے ہو گا، اس کی مثال جیسے بیت المقدس سے بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم ہے، قرآن حکیم میں ہے: قَدْ نَرٰى تَـقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىھَا ۠فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭوَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَـقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ [28] (تحقیق، ہم دیکھتے ہیں آپ کے چہرے کے پھرنے کو آسمان کی طرف پس البتہ ضرور ہم آپ کو پھیر دیں گے اس قبلے کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہیں تم ہو تو تم بھی پھیر لو اپنے چہروں کو اسی مسجد حرام کی طرف اور بیشک وہ لوگ جن کو دی گئی کتاب البتہ جانتے ہیں کہ بیشک یہ قبلے کی طرف منہ پھیرنا حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس چیز سے جو

وہ کرتے ہیں)اس آیت مبارکہ کے پہلے حصے میں یعنی :قَدْ نَرٰی تَـقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ، دوران نماز بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے جبکہ دوسرے حصے یعنی : فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ، میں پہلے حکم کو منسوخ کر کے بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم ہے یعنی دوسرا حصہ ناسخ ہے اور اس نسخ کا ثبوت سنت سے ثابت ہے، حدیث میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ، جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الكَعْبَةَ، أَلاَ فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّأْمِ، فَاسْتَدَارُوا بِوُجُوهِهِمْ إِلَى الكَعْبَةِ[29]»(ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ لوگ صبح کی نماز میں قباء میں تھے، ان کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: بے شک رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے، خبردار، بیت اللہ کی طرف منہ کر لو! اور لوگوں کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ اپنے چہروں سمیت بیت اللہ کی طرف مڑ گئے) بہرحال ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہی ہوگا اور اس کا ثبوت سنت سے ہوگا۔ حنابلہ کے نزدیک قرآن و سنت سے اخذ و اکتساب کی ایک صورت نسخ کی ہے ۔ نسخ در اصل تخصیص فی الزماں اور تخصیص اصطلاحی تخصیص فی الاعیان ہے، ان کے ہاں نسخ کی وضاحت نسبتاً زیادہ اور منفرد انداز میں سامنے آئی ہے، ان کے نزدیک نسخ کی پانچ شرائط ہیں؛ ناسخ منسوخ سے مؤخر ہو، منسوخ بھی ثابت بالشرع ہو، حکم کا رافع اور مزیل دلیل شرعی ہو ، منسوخ عبادت مدت معلومہ تک نہ ہو اور ناسخ منسوخ سے قوی یا برابر ہو، اس سے ضعیف نہ ہو، اس مکتب فکر کے ہاں قرآن کا نسخ صرف قرآن سے ہی ہو سکتا ہے، قرآن کا نسخ سنت سے درست نہیں کیونکہ سنت قرآن کی تفسیر تو بن سکتی ہے لیکن ناسخ نہیں ، حنابلہ میں سے بعض کے ہاں سنت متواترہ سے نسخ قرآن ہو سکتا ہے، ان کے ہاں سنت کا نسخ قرآن سے ہو سکتا ہے، یہ حکم و رسم کے اعتبار سے نسخ کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں یعنی نسخ حکم دون الرسم، نسخ رسم دون الحکم اور نسخ الرسم والحکم اور ان کے نزدیک نسخ کی ایک تقسیم نسخ الی بدل و غیر البدل ہے پھر الی بدل چار قسم پر ہے یعنی واجب الی واجب، واجب الی مباح، واجب الی ندب اور محظور الی مباح، ان کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی نص پر زیادتی کی جا سکتی ہے اور یہ نسخ نہیں۔

اول: حنابلہ کے نزدیک نسخ کسی ایسی عبادت کی مدت کے ختم ہونے کا نام ہے جو بظاہر مطلق ہو[30]، یہ کسی حکم کے آنے کے خاص وقت کے بعد لفظ عام کی زمانے کے اعتبار سے تخصیص کا نام ہے[31]۔ حنابلہ کے نزدیک نزدیک نسخ کی پانچ شرائط ہیں؛ اول یہ کہ ناسخ منسوخ سے مؤخر ہو اور اگر وہ اس کے ساتھ ہی ملفوظ ہو تو وہ استثناء یا تخصیص ہو گا،

دوم: یہ کہ منسوخ حکم بھی ثابت بالشرع ہو اور بعد میں اس کو اٹھالیا گیا ہو، اگر لوگ بطور عادت کوئی کام کرتے تھے اور ان کو اس پر باقی رکھا گیا پھر بعد میں اس کو اٹھالیا تو اسے نسخ کی بجائے ابتداء الشرع کہیں گے،

سوم: یہ کہ حکم کا رافع اور مزیل دلیل شرعی ہو، اگر یہ جنون و موت کی وجہ سے ہو تو، اسے نسخ نہیں کہیں گے۔

چہارم: یہ کہ منسوخ عبادت مدت معلومہ تک نہ ہو بلکہ ناسخ سے دوام سمجھ آرہا ہو، اگر یہ مدت معلومہ کے ساتھ معلق ہو تو حنابلہ کے نزدیک نسخ کی یہ شرط مختلف فیہ ہے۔

پنجم: یہ کہ ناسخ منسوخ سے قوی یا برابر ہو، اس سے ضعیف نہ ہو[32]۔

مسالک اربعہ کے تصور نسخ کی بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قرآن حکیم میں منسوخ آیات موجود ہیں اور عمر احمد عثمانی کا یہ مؤقف ہے کہ قرآن حکیم میں اس وقت کوئی منسوخ آیت موجود نہیں، یہ راجح نہیں ہے اگرچہ یہ سعی قابل قدر ہے کہ شرعی مزاج کے پیش نظر منسوخ آیات کی کوئی نہ کوئی توجیہ کر دی جائے جیسا کہ ابن العربیؒ، علامہ سیوطیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور مولانا حسین علی واں بچھرویؒ نے یہ کوشش کی کہ ابن العربیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے تقریبا 21 آیات کو منسوخ قرار دیا، شاہ ولی اللہؒ نے 16 کی توجیح کر کے 5 کو منسوخ قرار دیا جبکہ مولانا حسین علی واں بچھرویؒ نے ان 5 کی بھی توجیہ کر دی اور ان کے نزدیک اب قرآن حکیم میں کوئی آیت منسوخ نہیں بلکہ تمام آیات کی توجیہ کر دی گئی ہے۔ جمہور کے ہاں اس بات میں تو اختلاف موجود ہے کہ نسخ قرآن صرف قرآن سے ہی ہو گا یا حدیث سے بھی، لیکن اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں منسوخ آیات موجود ہیں۔

حدیث "لاوصیۃ لوارث کا مطلب

عمر احمد عثمانی کے نزدیک حدیث "لاوصیۃ لوارث "کا مطلب یہ نہیں کہ مستحق وراثت کے لیے وصیت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بطور وارث مال لے اس کے لیے وصیت نہیں یعنی یا تو وصیت کے ذریعہ مال لے گا یا پھر وراثت سے، دونوں کو جمع کرنا درست نہیں۔ آپ کا یہ مؤقف واضح طور پر حدیث نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔ حدیث میں جب صراحتا آگیا ہے کہ اللہ نے ہر ایک کے حق کو مقرر کر دیا ہے اور اللہ کے مقرر کرنے کے بعد کسی بھی صاحب دانش کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ شریعت میں قرآن و سنت کے بر خلاف اپنی عقل سے گل پاشیاں کرتا پھرے، حدیث مبارکہ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ[33] (شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابو امامہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے) اس حدیث مبارکہ میں واشگاف الفاظ میں ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کے حق کو مقرر کر دیا ہے اس لیے وارث کے لیے وصیت کرنا درست نہیں اور یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بطور وراثت مال لے اس کے لیے وصیت نہیں یعنی وارث کے لیے اخذ مال یا تو بطور وراثت جائز ہے یا پھر بطور وصیت، دونوں کو جمع کرنا درست نہیں، یہ محض عقلی اختراع اور قرآن وسنت کے خلاف معنی ہے جس کے مقبول ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔

کیا کوئی بھی شخص وصیت کے معاملہ میں ہر اعتبار سے بااختیار ہے؟

عمر احمد عثمانی کا یہ مؤقف " آدمی اپنے مال میں، اپنی زندگی میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ وصیت بھی انسان اپنی زندگی میں اپنی صحت کے زمانہ میں کرتا ہے، اس کو اپنی مملوکہ جائیداد میں اپنی زندگی میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہے اس لیے اصولی طور پر اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی (کہ وہ وارث کے لیے وصیت نہیں کر سکتا) " یہ محض عقل کی انشاء پردازی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے جیسا کہ ما قبل بحث سے بھی ثابت ہو چکا۔

خلاصہ بحث

جمہور آئمہ کا مؤقف، قرآن کریم، احادیث نبویہ ﷺ، تعامل صحابہؓ اور اتفاق فقہاء کے دلائل کی روشنی میں، نصوص شرعیہ اور میزاج دین کے زیادہ قریب، احوط اور مضبوط معلوم ہوتا ہے، البتہ اس مؤقف کو اختیار کرنے کی بجائے اگر عمر احمد عثمانی

اسلام کے قانون "ھبۃ" پر غور کرتے تو قرآن وسنت کے مقابلہ میں بے جا تکلفات کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اگر کوئی شخص واقعتاً اپنے کسی وارث کو خاص طور پر نوازنا چاہتا ہے تو وہ اسے بطور ہبہ میں نواز سکتا ہے، اس طرح مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور کسی کو افلاطون بننے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔

References

[1] Muhammad Ibn Ismail Bukhari, al-Jami al-sahih, Hadīth no:2738.
[2] Muhammad Ibn yazeed، Ibn Maja, Sunan Ibn Maja, Hadīth: 2701.
[3] Zafar Ahmad Usmani, Āilā al-Sunnan.
[4] Abū Dāwūd, Sulymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, Sunan Abī Dāwūd (Multan: Dār al-Ḥadīth), 2: 114; Ḥadīth no: 2870.
[5] Muhammad Ashraf Ibn Ameer, Awun al-Mabood Sharah Sunan Abi Dawood(Birūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyya, 1415), 52.
[6]A-Baqarah2:180.
[7] Umar Ahmad Usmāni, Fiqh al-Quran (Karachi: Idara Fikr-e-Islami, 2003), 7:70.
[8] Al-Baqara2:80
[9] Al-Nisā, 4: 22, 23.
Al-Nisā, 4:12[10]
[11]Al Maida5: 106,107
[12]Al Baqra2: 182
[13]Muhammad Ibn Eisa Al-Tirmidhi, Al-Sunn al-Tarmizi (Egypt: Mustafa al-babi al-hlbi,1975),4:433, Ḥadith no: 2120.
[14] Al-Baqara2:180
[15] Muhammad Ibn Jarir al-Tabri, Jame Al-bian fi Ta'wil Āy al- Quran (Birut: 2000), 3:384.
[16] Al-Tabri, Jame Al-bian fi Ta'wil Āy al- Quran (Birut: 2000), 3:384.
[17] Al-Tabri, Jame Al-bian fi Ta'wil Āy al- Quran (Birut: 2000), 3:384.
[18]Abū Dāwūd, Sulymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd* (Multan: Dār al-Ḥadīth),kitab ul fraiz,jild: 3:612; Ḥadīth :2870
[19]Al Shashi Ahmad Ibn Muhammad, Usool , 286
[20] Abu Bakar Aḥmad Ibn 'Alī al-Rāzī al-Jaṣāṣ, *Aḥkām al-Qurān* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1428 AH), 1: 72
[21] Ahmad Ibn Idrees, Sharah Tanqeeh al-fosūl fi Ilm al-Usūl , 302.
[22] Ahmad Ibn Idrees, Sharah Tanqeeh al-fosūl fi Ilm al-Usūl ,311
[23]Ahmad Ibn Idrees, Sharah Tanqeeh al-fosūl fi Ilm al-Usūl ,312.
[24] Ahmad Ibn Idrees, Sharah Tanqeeh al-fosūl fi Ilm al-Usūl ,302.
[25] Ahmad Ibn Idrees, Sharah Tanqeeh al-fosūl fi Ilm al-Usūl ,321.
[26] Younus10:15.
[27] Muhammad Ibn Idris Al-Shafi, Al-Risala (Egypt: Maktaba, Al-halabi), 106,107.
[28] Al Baqara2:
[29]AlBukhari, Hadith no: 4490.
[30]Abu ya'la Muhammad Ibn Hussai, Al-Idiha fi Usool Al-fiqh (Al-Riaz: Maktaba Al-Ilmi, 1990),1:155.
Abu ya'la Muhammad Ibn Hussai, Al-Idiha fi Usool Al-fiqh , 810.
[32] Abu ya'la Muhammad Ibn Hussai, Al-Idiha fi Usool Al-fiqh , 168,169.
[33]Abū Dāwūd, Sulymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd* (Multan: Dār al-Ḥadīth),kitab ul fraiz,jild: 3,p:114.، Ḥadīth :2870